فضائل مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

عبد الرشید عراقی

پروفیسر محمد مسعود عالم قاسمی صدر شعبہ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ لکھتے ہیں کہ:

''رسول اللہ کا، فرستادہ اور اس کا نمائندہ ہوتا ہے۔ رسول کے مخاطب انسان ہوتے ہیں وہ انسانوں کے درمیان رہتا اور بستا ہے بھرپور سماجی اور اجتماعی زندگی گزارتا ہے اور صالح انسانی سرگرمیوں میں حصہ لیتا ہے، اور انسانوں کے دکھ درد میں شریک ہوتا ہے، ان کا غم خوار ہوتا ہے، ان کی تعلیم و تربیت کرتا ہے اور ان کی تطہیر و تعمیر کی راہ ہموار کرتا ہے۔ ایک طرف تو رسول کا تعلق اللہ سے گہرا اور مضبوط ہوتا ہے اور دوسری طرف انسانوں سے اس کا رشتہ بے لوث ہوتا ہے۔ منصب رسالت کے یہ بنیادی پہلو ہیں اور یہی کار پیغمبری ہے''۔ [ماہنامہ ترجمان القرآن لاہور۔ جون ۲۰۰۸ء ص ۳۷]

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا: حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی خدمت میں یہ دعا کی: ﴿**ربنا وابعث فیھم رسولاً منھم یتلوا علیھم آیاتک ویعلمھم الکتاب والحکمة ویزکیھم انک أنت العزیز الحکیم**﴾ [البقرۃ:۱۲۹] ترجمہ: ''اے ہمارے رب! ان میں انہیں میں سے رسول مبعوث فرما، جو ان کے سامنے تیری آیات پڑھے، انہیں کتاب و حکمت سکھائے اور انہیں پاک کرے یقیناً تو غالب حکمت والا ہے''۔

صاحب احسن البیان اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ: ''یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آخری دعا ہے، جو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لختِ جگر حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ [احسن البیان ص/ ۵۱]

میاں محمد جمیل صاحب مسند احمد کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ: ''سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول محترم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کہ آپؐ کی نبوت کی ابتداء کس چیز سے ہوئی؟ آپؐ نے

فرمایا: میرے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا، عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اور میری ماں نے دیکھا کہ ان سے ایک نور نکلا جس سے شام کے محل روشن ہو گئے۔ [فہم القرآن ۱/۲۱۶]

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت: قرآن مجید میں ہے: ﴿واذ قال عیسی ابن مریم یا بنی اسرائیل انی رسول الله الیکم مصدقاً لما بین یدی من التوراة ومبشراً برسول یأتي من بعدی اسمه أحمد فلما جاء هم بالبینات قالوا هذا سحر مبین﴾ [الصف:۶]

ترجمہ: ''اور جب مریم کے بیٹے عیسیٰ نے کہا: (اے میری قوم!) بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ تعالیٰ کا رسول بن کر آیا ہوں۔ مجھ سے پہلے کی کتاب تورات کی میں تصدیق کرنے والا ہوں، اور اپنے بعد آنے والے ایک رسول کی میں تمہیں خوشخبری سنانے والا ہوں، پھر جب ان کے پاس کھلی دلیلیں لائے تو کہنے لگے کہ یہ تو کھلا جادو ہے''۔

اس آیت کی تفسیر میں حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے بعد آنے والے آخری پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی خوشخبری سنائی چنانچہ نبی ﷺ نے فرمایا: (أنا دعوة أبی ابراهیم وبشارة عیسیٰ)۔ ترجمہ: ''میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت کا مصداق ہوں''۔ [احسن البیان: ۳/۱۵۷]

احمد کے یونانی زبان میں معنی ہیں ''فارقلیط'': انجیل یوحنا میں فارقلیط (احمد) سے متعلق جتنی نشانیاں بیان ہوئی ہیں، وہ سب رسول اکرم ﷺ کے وجود مسعود سے پوری ہوتی ہیں اور یہ واضح ہو جاتا ہے کہ یہ بشارت رسول کریم ﷺ کے متعلق ہے۔

مولانا مودودیؒ نے اس آیت کی بڑی تفصیل سے تفسیر کی ہے، خاص کر لفظ ''احمد'' کے متعلق بڑی طویل بحث فرمائی ہے، میں یہاں صرف ایک اقتباس نقل کرنے پر اکتفا کروں گا۔ مولانا مرحوم لکھتے ہیں: ''یہ قرآن مجید کی بڑی اہم آیت ہے، جس پر مخالفین اسلام کی طرف سے بڑی لے دے بھی کی گئی ہے، اور بدترین خیانتِ مجرمانہ سے کام لیا گیا ہے، کیونکہ اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ کا صاف صاف نام لے کر آپ ﷺ کی آمد کی بشارت دی تھی۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس پر

تفصیل سے بحث کی جائے۔ اسراس میں نبی کریم ﷺ کا اسم گرامی احمد بتایا گیا ہے۔ احمد کے دو معنی میں ایک وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی سب سے زیادہ تعریف کرنے والا، دوسرے وہ شخص جس کی بہت سے زیادہ تعریف کی گئی ہو۔ یا جو بندوں میں سب سے زیادہ قابل تعریف ہو، احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ یہ بھی حضور ﷺ کا ایک نام تھا۔ مسلم اور ابوداؤد طیالسی میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: (أنا محمد وأنا أحمد والحاشر) ... ''میں محمد ہوں، میں احمد ہوں اور میں حاشر ہوں''۔ اسی مضمون کی روایات حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے امام مالک، امام بخاری، امام مسلم، دارمی، ترمذی اور نسائی رحمہم اللہ نے نقل کی ہیں۔ حضور ﷺ کا یہ اسم گرامی صحابہ کرامؓ میں معروف تھا، چنانچہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے اور اس کے عرش کے گرد جمگھٹا لگائے ہوئے فرشتوں نے اور سب پاکیزہ ہستیوں نے بابرکت احمد پر درود بھیجا ہے''۔

تاریخ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا نام مبارک صرف محمد ﷺ ہی نہ تھا، بلکہ احمد بھی تھا۔ عرب کا پورا لٹریچر اس بات سے خالی ہے کہ حضور ﷺ سے پہلے کسی کا نام احمد رکھا گیا ہو، اور حضور ﷺ کے بعد احمد اور غلام احمد اتنے لوگوں کے نام رکھے گئے جن کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔ اس سے بڑھ کر اس بات کا کیا ثبوت ہو سکتا ہے، کہ زمانہ نبوت سے لے کر آج تک تمام امت میں آپ کا اسم گرامی معلوم و معروف رہا ہے۔ اگر حضور اکرم ﷺ کا یہ اسم گرامی نہ ہوتا تو اپنے بچوں کے نام غلام احمد رکھنے والوں نے آخر کس احمد کا غلام ان کو قرار دیا تھا''۔ [تفہیم القرآن ۵/۴۶۱]

دین اسلام کے بعد کوئی نیا دین اور نبی نہیں آئے گا: دین اسلام کا کامل ہو جانا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ سلسلہ نبوت ترقی اور ارتقاء کی تمام منازل طے کر چکا ہے اب مزید ترقی کی کوئی گنجائش نہیں۔ اس طرح اکمال دین ختم نبوت ہے، نبوت کے ختم ہونے کے بارے میں قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے: ﴿ما كان محمد أبا أحد من رجالكم ولكن رسول الله وخاتم النبيين وكان الله بكل شيءٍ عليماً﴾ [الاحزاب: ۴۰] ترجمہ: ''لوگو! تمہارے مردوں سے کسی کے باپ محمد (ﷺ) نہیں۔ لیکن آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، اور تمام نبیوں کے ختم کرنے والے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا (بخوبی) جاننے والا ہے''۔

صاحب احسن البیان اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ: ''آپؐ پر نبوت و رسالت کا خاتمہ کر دیا، آپؐ کے بعد جو بھی نبوت کا دعویٰ کرے گا، وہ نبی نہیں، کذاب اور دجال ہوگا۔ احادیث میں اس مضمون کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ اور پوری امت کا اجماع و اتفاق ہے، قیامت کے قریب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا، جو صحیح اور متواتر احادیث سے ثابت ہے، تو وہ نبی کی حیثیت سے نہیں آئیں گے، بلکہ نبی ﷺ کے امتی بن کر آئیں گے۔ اس لئے ان کا نزول عقیدہ ختم نبوت کے منافی نہیں ہے۔ [احسن البیان، ص:۱۱۸۲]

آنحضرت ﷺ پر نبوت کا ختم ہونا، آپؐ کے فضائل و مناقب کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

کتب احادیث میں بے شمار احادیث میں آپؐ نے وضاحت فرمائی ہے کہ: ''میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا''۔ ہاں! میری امت میں تیس کذاب ہوں گے، جن میں سے ہر ایک نبی ہونے کا دعویٰ کرے گا، حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں''۔ [سنن ابی داؤد]

ختم نبوت کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کے ارشادات:

۱۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''بنی اسرائیل کی قیادت انبیاء علیہم السلام کیا کرتے تھے، جب کوئی نبی فوت ہو جاتا تھا تو دوسرا نبی اس کا جانشین ہوتا مگر میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ بلکہ خلفاء ہوں گے۔ [صحیح بخاری]

۲۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''میری اور مجھ سے پہلے گزرے ہوئے انبیاء علیہم السلام کی مثال ایسی ہے۔ جیسے ایک شخص نے عمارت بنائی اور خوب حسین و جمیل بنائی، مگر ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی لوگ اس عمارت کے گرد پھرتے ہیں اور لوگ اس کی خوبی پر اظہار حیرت کرتے تھے، مگر کہتے تھے کہ اس جگہ اینٹ کیوں نہ رکھی گئی، تو وہ اینٹ میں ہوں، اور میں خاتم النبیین ہوں'' (یعنی میرے آنے پر نبوت کی عمارت مکمل ہو چکی ہے۔ اب کوئی جگہ باقی نہیں ہے جسے پر کرنے کیلئے کوئی آئے۔) [صحیح بخاری]

۳۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مجھے چھ باتوں میں انبیاء علیہم السلام پر فضیلت دی گئی ہے۔ مجھے جامع و مختصر بات کہنے کی صلاحیت دی گئی۔ میرے لئے اموال غنیمت حلال کئے گئے ہیں۔ میرے لئے زمین کو مسجد بنا دیا گیا اور پاکیزگی حاصل کرنے کا ذریعہ بھی (یعنی میری شریعت میں نماز صرف مخصوص عبادت گاہوں میں ہی نہیں، بلکہ روئے زمین پر ہر جگہ پڑھی جا سکتی ہے، اور غسل

کی حاجت بھی (بذریعہ تیمم) پوری کی جاسکتی ہے)۔ مجھے تمام دنیا کیلئے رسول بنایا گیا۔ اور میرے اوپر انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ ختم کردیا گیا۔ [صحیح مسلم]

۴۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''رسالت اور نبوت کا سلسلہ ختم ہوگیا۔ میرے بعد اب نہ کوئی رسول اور نہ نبی آئے گا۔ [جامع ترمذی]

۵۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''میرے بعد کوئی نبی نہیں اور میری امت کے بعد کوئی امت نہیں (یعنی کسی نئے آنے والے نبی کی امت)'' [بیہقی، کتاب الرؤیا]

۶۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''میں آخری نبی ہوں اور میری مسجد آخری مسجد (یعنی مسجد نبوی) ہے''۔ [صحیح مسلم]

مذکورہ بالا احادیث نقل کرنے کے بعد مولانا سید مودودی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ: ''یہ احادیث بکثرت صحابہ نے نبی ﷺ سے روایت کی ہیں، اور بکثرت محدثین نے ان کو بہت قوی سندوں سے نقل کیا ہے، ان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے مختلف مواقع پر مختلف طریقوں سے مختلف الفاظ میں اس امر کی تصریح فرمائی۔ کہ آپ آخری نبی ہیں، آپ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے، نبوت کا سلسلہ آپ پر ختم ہو چکا ہے، اور آپ کے بعد جو لوگ بھی رسول یا نبی ہونے کا دعویٰ کریں وہ دجال اور کذاب ہیں۔ قرآن کے الفاظ ﴿خاتم النبیین﴾ کی اس سے زیادہ مستند و معتبر اور لفظی الثبوت تشریح اور کیا ہوسکتی ہے۔ رسول پاک ﷺ کا ارشاد تو بجائے خود سند و حجت ہے۔ مگر جب وہ قرآن کی ایک نص کی شرح کر رہا ہو تب تو وہ اور بھی زیادہ قوی وحجت بن جاتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر قرآن کو سمجھنے والا اور اس کی تفسیر کا حق ادا کرنے والا اور کون ہوسکتا ہے کہ وہ ختم نبوت کا کوئی دوسرا مفہوم بیان کرے، اور ہم قبول کرنا کیا معنی قابل التفات بھی سمجھیں۔ [تفہیم القرآن ۴/۱۴۴]

رسول اکرم ﷺ کے فضائل قرآن مجید میں: قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے:

﴿وما أرسلناک الا رحمة للعالمین﴾ [الأنبیاء:۱۰۷] ترجمہ: ''اور ہم نے آپ کو تمام جہان والوں کیلئے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے''۔

آپؐ کی رسالت پورے جہان کیلئے ہے، اس لئے آپؐ جہان کیلئے رحمت بن کر آئے ہیں۔ اس

آیت نے آپؐ کی شخصیت کے تمام پہلوؤں کو اجاگر کر دیا ہے اس آیت نے اس بات کو واضح کر دیا ہے کہ آپؐ نہ صرف انسانوں کیلئے رحمت تھے بلکہ پوری کائنات آپؐ کی رحمت سے مستفید ہو رہی تھی۔ اللہ تعالیٰ اگر رب العالمین ہیں، اور آپؐ کی لائی ہوئی کتاب (قرآن مجید) ہدی للعالمین ہے۔ تاریخ انسانی کا اگر مطالعہ کیا جائے تو قرآن مجید کی اس آیت کی صداقت پر کائنات کی ہر چیز گواہی دے رہی ہے کہ آپؐ نہ صرف انسانوں کیلئے رحمت تھے، بلکہ شمس وقمر، شجر وحجر، آگ و پانی اور حیوانات کیلئے بھی آپؐ کی رحمت عام تھی۔ لیکن انسانی معاشرے میں آپؐ نے جس خُلق عظیم کو پیش کیا، پوری تاریخ انسانیت میں اس کی مثال نہیں ملتی۔

آپؐ سراپا رحمۃ للعالمین تھے۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مشرکین کیلئے بد دعا نہ کرنا یہ بھی آپؐ کی رحمت کا ایک واقعہ تھا: ''انی لم أبعث لعاناً وانما بعثت رحمةً'' ترجمہ: ''مجھے کسی شخص پر لعنت کرنے کیلئے نہیں بھیجا گیا بلکہ مجھے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے''۔ [صحیح مسلم: ۲۰۰۶] اسی طرح غصے میں کسی مسلمان کو لعنت یا سب وشتم کرنے کو بھی قیامت والے دن رحمت کا باعث قرار دینا آپؐ کی رحمت کا حصہ ہے۔ [مسند احمد ۵/ ۴۳۷، سنن ابی داؤد: ۴۶۵۹] ایک دوسری حدیث میں آپؐ کا ارشاد ہے: ''انما أنا رحمة مهداة'' ترجمہ: ''میں رحمت مجسم بن کر آیا ہوں، جو اللہ کی طرف سے اہل اسلام کے لئے ایک ہدیہ ہے''۔ [صحیح جامع الصغیر: ۲۳۴۵] مولانا مودودیؒ نے ﴿وما أرسلناک الا رحمةً للعالمین﴾ [الأنبیاء: ۱۰۷] کا ایک ترجمہ یہ کیا ہے۔ ''اے محمد ﷺ! ہم نے جو تم کو بھیجا ہے، تو یہ دراصل دنیا والوں کے حق میں ہماری رحمت ہے''۔ [تفہیم القرآن ۳/ ۱۸۹]

دوسرا ترجمہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ: ''ہم نے تم کو دنیا والوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے''۔

اس کی تفسیر میں مولانا مودودیؒ فرماتے ہیں: ''دونوں صورتوں میں مطلب یہ ہے کہ نبی ﷺ کی بعثت دراصل نوع انسانی کیلئے اللہ کی رحمت اور مہربانی ہے، کیونکہ آپؐ نے آ کر غفلت میں پڑی ہوئی دنیا کو جگا دیا ہے اور اسے وہ علم دیا ہے جو حق اور باطل کا فرق واضح کرتا ہے اور اس کو بالکل غیر مشتبہ طریقہ سے بتا دیا ہے اس کیلئے تباہی کی راہ کونسی ہے، اور سلامتی کی راہ کونسی، کفار مکہ حضور ﷺ کی بعثت کو اپنے لئے زحمت اور مصیبت سمجھتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ اس شخص نے ہماری قوم میں پھوٹ ڈال دی ہے، ناخن سے گوشت جدا کر کے رکھ دیا ہے، اس پر فرمایا گیا، نادانو! تم جسے زحمت سمجھ رہے ہو، یہ درحقیقت تمہارے لئے رحمت ہے۔ [تفہیم القرآن ۳/ ۱۹۲]

مولانا قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری رحمہ اللہ نے اپنی بے نظیر کتاب ''رحمۃ للعالمین'' جلد دوم، باب ششم، ﴿وما أرسلناک الا رحمۃً للعالمین﴾ [الأنبیاء:۱۰۷] میں تفصیل سے آپؐ کے رحمۃ للعالمین ہونے پر بڑے عمدہ پیرائے میں گفتگو فرمائی ہے جس کا ایک اقتباس درج ذیل ہے، قاضی صاحب مرحوم لکھتے ہیں: وہ!

غریب کا محب	مسکین کا ساتھی
شاہوں کا تاج	آقاؤں کا آقا
غلاموں کا محسن	تیموں کا سہارا
بے آسروں کا سہارا	بے ماؤں کا ماویٰ
دردمندوں کی دوا	چارہ گروں کا دردمند
مساوات کا حامی	اخوت کا بانی
محبت کا جوہری	افلاس کا مشتری
صدق کا منبع	صبر کا معدن
خاکساری کا نمونہ	رحمت ربانی کا پتلا
اولین انسان	آخرین رسول ﷺ

اگر رحمۃ للعالمین کے لقب سے ملقب نہ ہوگا، تو پھر ان جملہ صفات کے جامع کا اور کیا نام ہوگا۔

ہاں رحمۃ للعالمین وہی ہے جس نے ملکوں کی دوری، اقوام کی بیگانگی، رنگوں کا اختلاف، زبانوں کا تباین دور کر کے سب کے دلوں میں سب کے دماغوں میں ایک ہی تصور، سب کی زبانوں پر ایک ہی کلمہ جاری کر دیا ہو۔ ہاں رحمۃ للعالمین وہی ہے، جو بندہ کو اللہ کے حضور تک لے جاتا اور اسے ﴿ادعونی أستجب لکم﴾ کی قدسی آواز سے آشنا بناتا ہے، اور الہ و بندہ کے درمیان کسی تیسرے کیلئے کوئی رخنہ باقی نہیں چھوڑتا۔ [رحمۃ للعالمین، ۲/۳۴۳، ۳۴۴] آپؐ اخلاق کے بلندترین مرتبہ پر فائز ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

﴿وان لک لأجراً غیر ممنون☆وانک لعلی خلق عظیم﴾ [القلم:۳،۴] ترجمہ: ''اور بے شک تیرے لئے بے انتہا اجر ہے، اور بے شک آپ بہت بڑے (عمدہ) اخلاق پر ہیں''۔

صاحب احسن البیان ان آیات کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ فریضہ نبوت کی ادائیگی میں جتنی زیادہ تکلیفیں برداشت کیں اور دشمنوں کی باتیں آپؐ نے سنی ہیں، اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ ختم ہونے والا اجر ہے۔ خُلق عظیم سے مراد اسلامی دین یا قرآن ہے، مطلب ہے کہ آپؐ اس خلق پر ہیں جس کا کلمہ تجھے اللہ تعالیٰ نے قرآن یا دین اسلام میں دیا ہے، یا اس سے مراد وہ تہذیب وشائستگی، نرمی اور شفقت، امانت وصداقت حلم وکرم اور دیگر اخلاقی خوبیاں ہیں، جس میں آپؐ نبوت سے پہلے بھی ممتاز تھے اور نبوت کے بعد ان میں مزید بلندی اور وسعت آئی، اس لئے جب حضرت عائشہؓ سے آپؐ کے اخلاق کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا: (کان خلقه القرآن) [صحیح مسلم]

حضرت عائشہؓ کا یہ جواب خلق عظیم کے مذکورہ دونوں مفہوموں پر حاوی ہے''۔ [احسن البیان:۱۶۱۱]

مولانا مودودیؒ ان آیات کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ: ''آپؐ کیلئے اس بات پر بے حساب اور لازوال اجر ہے کہ آپؐ خلق خدا کی ہدایت کیلئے جو کوشش کر رہے ہیں۔ ان کے جواب میں آپؐ کو ایسی ایسی اذیت ناک باتیں سننی پڑ رہی ہیں پھر بھی آپؐ اپنے اس فرض کو انجام دیئے جا رہے ہیں۔

اس مقام پر یہ فقرہ دو معنی دے رہا ہے ایک یہ کہ آپؐ اخلاق کے بہت بلند مرتبے پر فائز ہیں۔ اسی وجہ سے آپؐ ہدایت خلق کے کام میں یہ اذیتیں برداشت کر رہے ہیں۔ ورنہ ایک کمزور اخلاق کا انسان یہ کام نہیں کرسکتا تھا۔ دوسرا یہ کہ قرآن کے علاوہ آپؐ کا بلند اخلاق بھی اس بات کا صریح ثبوت ہے کہ کفار آپؐ پر جو دیوانگی کی تہمت رکھ رہے ہیں، وہ سراسر جھوٹی ہے کیونکہ اخلاق کی بلندی اور دیوانگی دونوں ایک جگہ سے نہیں ہوسکتیں۔ دیوانہ شخص وہ ہوتا ہے جس کا ذہنی توازن بگڑا ہوا اور جس کے مزاج میں اعتدال باقی نہ رہا ہو۔ اس کے برعکس آدمی کے بلند اخلاق اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ وہ نہایت صحیح الدماغ اور سلیم الفطرت ہے اور اس کے ذہن اور مزاج میں مناسب درجہ توازن ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے مزاج جیسے تھے۔ اہل مکہ ان سے ناواقف نہ تھے۔ اس لئے ان کی طرف محض اشارہ کر دینا ہی اس بات کیلئے کافی تھا کہ مکہ کا ہر معقول آدمی یہ سوچنے پر مجبور ہو جائے کہ وہ لوگ کس قدر بے شرم ہیں جو ایسے بلند اخلاق آدمی کو مجنون کہہ رہے ہیں ان کی یہ بے ہودگی رسول اللہ ﷺ کیلئے نہیں بلکہ خود ان کیلئے نقصان دہ تھی کہ مخالفت کے جوش میں پاگل ہو کر وہ آپؐ کے متعلق ایسی بات کہہ رہے تھے جسے کوئی ذی فہم آدمی قابل تصور نہ مان سکتا تھا

یہی معاملہ ان مدعیان علم وتحقیق کا بھی ہے، جو اس زمانے میں رسول اللہ ﷺ پر مرگی اور جنون کی تہمت رکھ رہے ہیں۔ قرآن پاک دنیا میں ہر جگہ مل سکتا ہے اور حضور ﷺ کی سیرت بھی اپنی تمام تفصیلات کے ساتھ لکھی ہوئی موجود ہیں ہر شخص خود دیکھ سکتا ہے کہ جو لوگ اس بے مثل کتاب کے پیش کرنے والے امور ایسے بلند اخلاق رکھنے والے انسان کو ذہنی مریض قرار دیتے ہیں۔ وہ عداوت کے اندھے جذبے سے مغلوب ہو کر کیسی لغویات کہہ رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کی بہترین مثال حضرت عائشہؓ نے اپنے اس قول سے پیش کی کہ (**کان خلقه القرآن**) قرآن آپ کا اخلاق تھا۔ امام احمد، مسلم، ابوداوٗد، نسائی، ابن ماجہ، دارمی اور ابن جریر رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین نے نقل کیا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دنیا کے سامنے محض قرآن کریم کی تعلیم ہی پیش نہیں کی تھی بلکہ خود اس کا مجسم نمونہ بن کر دکھا دیا تھا۔ جس چیز کا قرآن میں حکم دیا گیا آپؐ نے خود سب سے بڑھ کر اس پر عمل کیا جس چیز سے اس میں روکا گیا آپؐ خود سب سے زیادہ اس سے اجتناب فرماتے۔ جن اخلاقی صفات کو اس میں افضل قرار دیا گیا سب سے بڑھ کر آپؐ کی ذات ان سے متصف تھی اور جن صفات کو اس میں ناپسند ٹھہرایا گیا سب سے زیادہ آپؐ ان سے پاک تھے۔ [تفہیم القرآن: ۶/ ۵۸۔۵۹] یہ دونوں آیات دعویٰ اور دلیل ہیں۔ پہلی آیت میں آپؐ کے اجر کے ختم نہ ہونے کا دعویٰ ہے اور دوسری آیت آپؐ کے عمل اور اخلاق کو اس دعویٰ کے ثبوت کیلئے بطور دلیل پیش کیا گیا ہے۔ آپؐ کے فضائل میں آپؐ کے اخلاق بلکہ خلق عظیم خود اس کی دلیل ہیں کہ آپؐ کے اجر کا سلسلہ کبھی ختم نہ ہوگا۔ احادیث نبویہ میں آپؐ کی بعثت کی غرض وغایت یہ ہے۔ (**بعثت لأتمم مكارم الأخلاق. وفي رواية "محاسن الأعمال"**) ترجمہ: ''میں مکارم اخلاق یا محاسن اعمال کی تکمیل کیلئے مبعوث ہوا ہوں''۔ [مؤطا امام مالک کتاب الجامع] اور اپنے ماننے والوں کیلئے اخلاق کریمانہ کی اہمیت بڑھانے کیلئے ارشاد فرمایا: (**أكمل المؤمنين ايماناً احسنهم خلقاً**) [سنن ابی داوٗد] ترجمہ: ''جس شخص کا خلق بہتر ہوگا تمام مومنین میں اس کا ایمان اعلیٰ اور اکمل ہوگا''۔

ان احادیث سے یہ معلوم ہوا کہ اسلام میں اخلاق کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ اس اہمیت کے پیش نظر قرآن مجید نے حضور ﷺ کو یہ کہیں نہیں کہا کہ آپؐ بہترین نماز پڑھتے ہیں یا آپؐ بہترین روزہ رکھنے والے ہیں۔ بلکہ یہ کہا ﴿**انک لعلی خلق عظیم**﴾ ترجمہ: ''بے شک آپؐ خلق عظیم کے حامل

ہیں''۔رسول اکرم ﷺ اپنی امت کیلئے سب سے زیادہ خیر خواہ، سب سے زیادہ شفقت فرمانے والے اور سب سے زیادہ مہربان ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام انسانوں سے مبعوث فرمائے اور تمام امت کی خیر خواہی کیلئے مامور ہوئے۔ خاص طور سے آخری رسول حضرت محمد ﷺ کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ انسانی دکھ درد کو نہ صرف گہرائی سے سمجھتے تھے بلکہ ان کے دکھ درد کو اپنا سمجھتے اور ان کے شریک غم رہتے تھے۔ وہ انسانی مشکلات کے حل سے اتنی گہری دلچسپی رکھتے تھے کہ قرآن مجید نے ان کو رحمۃ للعالمین کا خطاب دیا اور اللہ تعالیٰ نے آپؐ کا تعارف ان لفظوں میں کرایا ہے۔ ﴿**لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیه ماعنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤف رحیم**﴾ [التوبہ:۱۲۸]

محترم ڈاکٹر محمد لقمان سلفی حفظہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی امت اسلامیہ پر احسان عظیم ہے اس سورہ کا اختتام اس نعمت عظمیٰ کے ذکرِ خیر پر رکھا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام قبائل عرب کو مخاطب کر کے فرمایا، کہ اس نے اپنی پیغام رسانی کیلئے تم پر مہربانی کرتے ہوئے ایک ایسے انسان کو چنا ہے جو تم میں سے ہیں اور تمہاری زبان بولتے ہیں۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا قبیلہ عرب سے خاندانی تعلق ہے۔ (صحیح مسلم اور ترمذی کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ نے کنانہ کو اولاد اسماعیل سے چن لیا، اور قریش کو اولاد کنانہ سے اور کنانہ سے بنی ہاشم قریش کو''۔

نبی ﷺ کی دوسری صفت یہ بتائی گئی کہ آپؐ پر وہ بات شاق گزرتی ہے جس سے امت مسلمہ کو تکلیف پہنچتی ہے۔ تیسری صفت یہ کہ آپؐ دل سے تمنا کرتے ہیں کہ آپؐ کی امت جہنم میں نہ ڈال دی جائے اور یہ بھی تمنا کرتے ہیں کہ دنیا و آخرت کی ہر بھلائی کی طرف اپنی امت کی رہنمائی کر دیں۔ چوتھی صفت یہ ہے کہ آپؐ مومنوں کیلئے بہت ہی رحم دل ہیں اسی وجہ سے یہ کہتے ہیں کہ وہ عمل صالح کریں اور گناہوں کا ارتکاب نہ کریں تا کہ اللہ کی جنت کے حقدار بنیں۔ [تیسیر الرحمان لبیان القرآن ۱/۶۰۰، مطبوعہ لاہور ۲۰۰۲ء]

مولانا قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ﴿**لقد جاء کم رسول من انفسکم**﴾ ''تمہارے پاس عظیم الشان رسول ﷺ آیا ہے جو تم ہی میں سے ہے''۔ ﴿**من انفسکم**﴾ کے مخاطب اہل عرب اور قریش ہیں۔ صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے قبائل کی شاخ در شاخ میں بہترین شاخ سے مبعوث فرمایا، حتیٰ کہ میں

اس قرن سے پیدا ہوا جو میرا ہے۔[رحمۃ للعالمین؛۳/۸۴]

﴿عزیز علیه ما عنتم﴾ ترجمہ:''تمہاری تکلیف ان پر شاق گزرتی ہے''۔

واضح ہو کہ نبی ﷺ کی یہ صفت کفار اور مومنین دونوں کے حق میں تھی۔ نبی ﷺ جب کفار کو کفر وشرک میں دیکھتے اور خیال فرمایا کرتے تھے کہ یہ لوگ کس قدر انجام بد کا شکار ہونے والے ہیں یہ لوگ کیونکر اپنے ہاتھوں اپنے لئے چاہِ ہلاکت کھودرہے ہیں تب حضور ﷺ کے دلِ رحم کو نہایت صدمہ گزرتا تھا۔[رحمۃ للعالمین:۳/۸۶]

﴿حریص علیکم﴾ ترجمہ:''ہمارا نبی تم لوگوں کی نفع رسانی کا کمال درجہ طالب وشائق ہے''۔

آیت بالا سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی ﷺ کو بنی نوع کے مفاد اور فلاح وصلاح کی آرزو بدرجہ کمال تھی۔ سورۂ یوسف میں فرمایا: ﴿وما أکثر الناس ولو حرصت بمؤمنین﴾ [یوسف:۱۰۳] ترجمہ: ''بہت لوگ ہیں جو ایمان لائیں گے اگر تجھ کو ان سے ایمان لے آنے کی بڑی چاہت ہے''۔

اس آیت سے بھی یہی استفادہ ہوا کہ حضور ﷺ کا منتہائے نظر اور کمال آرزو یہی تھا کہ تمام عالم اسلام کے سر، ایک ہی مالک وحدہ لا شریک له کے سامنے جھکے ہوئے ہوں۔[رحمۃ للعالمین:۳/۹۱]

﴿بالمؤمنین رؤف رحیم﴾ ترجمہ:''وہ مومنوں سے بہت پیار کرنے والا اور ان پر ہمیشہ رحم کرنے والا ہے''۔ نبی کریم ﷺ کے حق میں یہ امر نہایت شرف وعزت اور غایت تکریم وحرمت کا موجب ہے کہ حضور ﷺ کی سنت میں وہ دو کام بحالت ترکیبی تجویز فرمائے گئے ہیں جو اسی ترتیب کے ساتھ خود ذات پاک سبحانی کیلئے مستعمل ہوتے ہیں۔ سورۂ بقرہ وسورۂ حج میں ہے: ﴿ان الله بالناس لرؤف رحیم﴾ [بقرۃ:۱۴۳، حج:۶۵] ترجمہ:''تحقیق اللہ تعالیٰ انسانوں پر رؤف ورحیم ہیں''۔

صحیح بخاری وصحیح مسلم میں ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ ہم کو گاہے بگاہے وعظ سنایا کرتے، اس اندیشہ سے کہ روزانہ کا وعظ سننا ہم پر گراں نہ گزرے''۔ قاضی صاحب مرحوم اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ ''نبی ﷺ کا یہ اصول از راہ شفقت ورأفت تھا کہ سامعین جس قدر بھی سنیں، نشاطِ طبع اور حضورِ قلب سے سنیں، اور آئندہ کیلئے شوقِ تمام باقی رہے۔[رحمۃ للعالمین:۳/۹۳۔۹۵]

﴿ورفعنالک ذکرک﴾ [الم نشرح:۴] ترجمہ:''اور ہم نے تیرا نام بلند کردیا''۔

صاحب احسن البیان اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: یعنی جہاں اللہ کا نام آتا ہے، وہیں آپ

ﷺ کا نام بھی آتا ہے مثلاً: اذان، نماز اور دیگر مقامات پر گزشتہ کتابوں میں آپ ﷺ کا تذکرہ اور صفات کی تفصیل ہے۔ فرشتوں میں بھی آپ ﷺ کا ذکرِ خیر ہے۔ آپ ﷺ کی اطاعت کو اللہ نے اپنی اطاعت قرار دیا اور اپنی اطاعت کے ساتھ ساتھ آپؐ کی اطاعت کا بھی حکم دیا۔ [احسن البیان: ۱۷۲۸]

ڈاکٹر محمد لقمان سلفی حفظہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ہم نے آپؐ کا مقام اونچا کر دیا ہے، آپؐ کا ذکر خیر ہر جگہ پر عام کر دیا ہے، آپؐ کی رسالت کے اعتراف کو قوی ایمان کی شرط قرار دے دیا ہے قتادہؒ کہتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت دونوں جگہ آپؐ کا مقام بلند فرمایا ہے چنانچہ اذان و اقامت اور خطبے میں **اشھد أن لا الہ الا اللہ و أشھد أن محمداً رسول اللہ** پکارا جاتا ہے جب تک دنیا باقی رہے گی آپؐ کا نام اللہ کے نام کے ساتھ رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو حکم دیا کہ وہ آپؐ پر درود وسلام بھیجتے رہیں ﴿**یاأیھا الذین آمنوا صلوا علیہ و سلموا تسلیماً**﴾ [الاحزاب: ۵۰] اور نبی کریم ﷺ نے اللہ کی طرف سے خبر دی ہے کہ جو مجھ پر ایک بار درود بھیجے گا اللہ اس پر دس بار درود بھیجے گا اور اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو اپنی اطاعت کے ساتھ آپؐ کی اطاعت و فرمانبرداری کا حکم دیا ﴿**وأطیعوا اللہ وأطیعوا الرسول**﴾ [النساء: ۵۹] اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿**وما آتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا**﴾ [الحشر: ۷] ''مسلمانو تمہیں جو رسول دے اسے لے لو اور جس سے منع کریں اس سے باز آجاؤ''۔ گویا اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کے ذکر جمیل سے آسمانوں اور زمین کو بھر دیا اور جو شہرت اور مقام آپؐ کو حاصل ہوا وہ دنیا میں کسی کو حاصل نہیں ہوا ﴿**ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم**﴾ [الحدید: ۲۱] اور یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے اپنا فضل دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ **(اللھم صل وسلم وبارک علی رسولک محمد وعلی آلہ وصحبہ أجمعین)** [تیسیر الرحمٰن فی بیان القرآن: ۲/۱۷۵۰-۱۷۵۱] حضرت قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں ﴿**ورفعنا لک ذکرک**﴾ ترجمہ: اور ہم نے تیرا نام بلند کر دیا''۔ قاضی صاحب رحمہ اللہ کہتے ہیں: ''بے شک یہ اعلیٰ خصوصیت صرف اسی برگزیدہ نام کے نام نامی کو حاصل ہے جس کی رفعتِ ذکر کا ذمہ دار خود رب العالمین بنا ہے (صفحہ: ۲۸) یہودی، عیسائی، مسلمان سن رکھیں کہ اسی موجودہ بائبل کے اندر نبی ﷺ کا مبارک نام ولادت اور دار ہجرت اور حضور ﷺ پر ایمان لانے والے قبائل کے نام حضور ﷺ سے برسر

پیکار آنے والی قوموں کے نام اور ان کے انجام ایسی وضاحت سے پائے جاتے ہیں جو ﴿ورفعنالک ذکرک﴾ کی صحیح تفسیر ہے۔ اور ان سے یہ امر باوضوح تام ظاہر ہو جاتا ہے کہ رب العالمین نے حضور کی رفعتِ ذکر کا اہتمام صدیوں بیشتر کیسے زبردست اعلانات سے فرمایا تھا۔ بے شک اس فضیلت علیا میں اور کوئی بھی بزرگوار حضور ﷺ کا سہیم ثابت نہیں ہوا۔ وللہ الحجۃ البالغۃ [رحمۃ للعالمین: ۳/۳۱]

کفار مکہ کی طرف سے آنحضرت ﷺ کو صادق اور امین کا لقب ملنا: آنحضرت ﷺ کی نیکی اور بزرگی کا اتنا اثر تھا کہ وہ آپؐ کو نام لے کر نہیں بلاتے تھے بلکہ الصادق یا الامین کہہ کر پکارتے تھے۔ آپؐ کی عمر ۳۵ سال کی تھی۔ جب قریش مکہ نے کعبہ کی عمارت کو جس کی دیواریں سیلاب کی وجہ سے پھٹ گئی تھیں۔ از سر نو تعمیر کیا، عمارت کے بنانے میں مکہ کے سب قبائل شامل تھے مگر جب حجر اسود کو اس کے مقام پر نصب کرنے کا موقع آیا تو ان میں سخت اختلاف پیدا ہو گیا۔ کیونکہ ہر شخص یہ چاہتا تھا کہ حجر اسود اس کے ہاتھ سے نصب ہو...... چار دن تک یہی جھگڑا چلتا رہا ولید بن مغیرہ نے جو قریش میں سب سے بڑی عمر کا تھا اس نے یہ رائے دی کہ کل جو شخص صبح کے وقت سب سے پہلے خانہ کعبہ میں داخل ہو اس کا حکم تسلیم کر لیا جائے اور اس کے فیصلہ پر عمل کیا جائے۔ قریش مکہ نے اس سے اتفاق کیا، چنانچہ دوسری صبح آنحضرت ﷺ سب سے پہلے خانہ کعبہ میں تشریف لائے تو سب سردارانِ قریش پکار اٹھے۔ ''ھذا الأمین رضینا'' امین تشریف لے آئے ہیں ہم ان کے فیصلے پر رضامند ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے ایسا عمدہ فیصلہ فرمایا کہ سب خوش ہو گئے آپؐ نے ایک چادر بچھائی اس پر اپنے دستِ مبارک سے حجر اسود کو رکھا پھر ہر قبیلہ کے سردار سے فرمایا کہ چادر کو پکڑ کر اوپر اٹھائیں اس طرح حجر اسود کو وہاں تک لائے، جہاں اس کو نصب کرنا تھا۔ پھر آنحضرت ﷺ نے اسے اپنے دستِ مبارک سے پکڑ کر اس کی جگہ پر نصب کر دیا آنحضرت ﷺ نے اپنے حسن تدبر سے ایک خونریز جنگ کا انسداد کر دیا۔ [رحمۃ للعالمین: ۱/۴۴۔۴۵]

آنحضرت ﷺ کی جامعیت: علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ اپنے خطبات میں خطبہ نمبر ۵ (آنحضرت ﷺ کی جامعیت) میں ارشاد فرماتے ہیں کہ: ''حضرت نوح علیہ السلام کی زندگی کفر کے خلاف غیظ و غضب کا ولولہ پیش کرتی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حیات بت شکنیوں کا منظر دکھاتی ہے،

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی کفار سے جنگ و جہاد، شاہانہ نظم ونسق اور اجتماعی دستور وقوانین کی مثال پیش کرتی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی صرف خاکساری، تواضع، عفو و درگزر اور قناعت کی تعلیم دیتی ہے، حضرت سلیمان علیہ السلام کی زندگی شاہانہ اولوالعزمیوں کی جادہ گاہ ہے۔ حضرت ایوب علیہ السلام کی حیات صبر وشکر کا نمونہ ہے۔ حضرت یونس علیہ السلام کی سیرت، انابت اور اعتراف کی مثال ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی زندگی قید و بند میں بھی دعوت حق اور جوش تبلیغ کا سبق ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی سیرت گریہ وبکاہ، حمد وستائش اور دعا وزاری کا صحیفہ ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کی زندگی کی امید اللہ پر توکل اور اعتماد کی مثال ہے لیکن حضرت محمد ﷺ کی سیرت مقدسہ کو دیکھو تو اس میں نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ، سلیمان، داؤد، ایوب، یونس، یوسف اور یعقوب علیہم السلام کی زندگیاں اور سیرتیں سمٹ کر سما گئی ہیں۔

محدث خطیب بغدادی رحمہ اللہ کی ایک ضعیف روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کی پیدائش کے وقت ندا آئی کہ محمد ﷺ کو پھراؤ اور سمندر کی تہوں (عمیقیوں) میں لے جاؤ کہ تمام دنیا ان کے نام کو پہچان لے۔ جن وانس، چرند و پرند بلکہ ہر جاندار کے سامنے ان کو لے جاؤ۔ ان کو حضرت آدم علیہ السلام کا خلق، حضرت شعیب علیہ السلام کی مغفرت، حضرت نوح علیہ السلام کی شجاعت، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دوستی، حضرت اسماعیل علیہ السلام کی زبان، حضرت اسحاق علیہ السلام کی رضا، حضرت صالح علیہ السلام کی فصاحت، حضرت لوط علیہ السلام کی حکمت، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سختی، حضرت ایوب علیہ السلام کا صبر، حضرت یونس علیہ السلام کی اطاعت، حضرت یوشع علیہ السلام کا جہاد، حضرت داؤد علیہ السلام کی آواز، حضرت دانیال علیہ السلام کی محبت، حضرت الیاس علیہ السلام کا وقار، حضرت یحییٰ علیہ السلام کی پاک دامنی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زہد عطا کرو اور تمام پیغمبروں کے اخلاق میں ان کو غوطہ دو۔ [خطبات مدراس: ۱۰۷۔۱۰۸ مطبوع کراچی]

علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ خطیب کی اس روایت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ: ''جن علماء نے اس روایت کو اپنی کتابوں میں جگہ دی ہے ان کا منشاء درحقیقت یہی ہے کہ پیغمبر علیہ السلام کی صفت جامعیت کو نمایاں کریں جو کچھ اور انبیاء علیہم السلام کو متفرق طور پر عطا ہوا تھا وہ سب مجموعی طور سے آنحضرت ﷺ کو عطا ہوا۔

حسن یوسف ، دم عیسیٰ ، ید بیضا داری　　　آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

[خطبات مدراس: ۱۰۸۔۱۰۹]